ہندوستان کے "رتن ہندی" کی صحابیت کی روایات۔۔۔ تحقیق و محاکمہ

The traditions of the Companionship of "Ratan Hindi" of India: Research and Criticism

انوار حسین*

ڈاکٹر طاہر مصطفیٰ**

Abstract

The chain of prophet hood ends on Hazrat Muhammad (SAW), who born in Mecca/Arab. It is obvious and clear that his companions (*sahaba's*) are bright shining stars, guiding role models and have placed a very high level among Muslim *ummah*.After the description and condition of a *sahabi*, this research paper will explain suspicious claim of a Hindi person named " *Ratan Hindi*". He born in 6th A.H. claimed that he enjoyed the company of the Holy Prophet (SAW) and attended the wedding ceremony of Hazrat Fatima (R.A). He also claimed his presence on some other occasions, i.e. battle of trench (*Ghazwah.e.Khandaq*). This research paper presents *Ratan's* claim, as well as his narrated "*Ahadees*". Moreover, historical,logical and other facts will prove that his claim is false and baseless

احسن التخلیق پر اللہ رب العزت کے ان گنت انعامات میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے کہ اس نے سرکار دو عالم، ہادی برحق، خاتم المرسلین ﷺ کو مبعوث فرمایا، جن کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ کے عمل کے ذریعہ کائنات نے انبیاء علیہم السلام کے بعد ایک ایسا گروہ دیکھا جس نے کارِ نبوت کے تسلسل کو برقرار رکھا۔ رسول ﷺ کے اصحاب حلقہ یاراں میں ریشم کی نرمی اور معرکہ رزم حق و باطل میں فولاد کی مانند نظر آنے والے اور " بلغوا عنی ولو آیۃ" کے فرض کو بخوبی ادا کرنے والے تھے۔

* پی۔ایچ۔ڈی ریسرچ اسکالر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، لیکچرار اسلامیات، امپیریل یونیورسٹی، لاہور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، یو ایم ٹی، لاہور

منصبِ صحابیت ایک عظیم شرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا، اس سعادت عظمیٰ سے سرفراز کیا۔ قرآن وسنت میں بیسیوں نصوص صحابیت کے فضل وشرف پر شاہد ہیں۔ ذیل میں چند ایک پیش کی جاتی ہیں:

((وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ))[1]

مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔))[2]

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ ہیں' وہ کافروں پر بہت بھاری اور آپس میں بہت رحم دل ہیں تم دیکھو گے انہیں رکوع کرتے ہوئے' سجدہ کرتے ہوئے' وہ (ہر آن) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں ان کی پہچان ان کے چہروں پر (ظاہر) ہے سجدوں کے اثرات کی وجہ سے یہ ہے ان کی مثال تورات میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں ہے کہ

جیسے ایک کھیتی ہو جس نے نکالی اپنی کونپل' پھر اس کو تقویت دی' پھر وہ سخت ہوئی' پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی یہ کاشتکار کو بڑی بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے} " اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے' مغفرت اور اجر عظیم کا

سورۃ النمل میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

((قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى))[3]

آپ کہہ دیجیے کہ ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اس نے منتخب کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى جَمِيعِ الْعَالَمِينَ، سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ۔[4]

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو نبیوں اور رسولوں کے سوا تمام جہانوں پر منتخب فرمایا۔

اور یہی وہ جماعت ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے امت کے بچاؤ اور امن کا ذریعہ قرار دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ؛ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ. وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي؛ فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي؛ فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔[5]

ستارے آسمان کا بچاؤ ہیں جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر جس کا وعدہ ہے وہ آجائے گی یعنی قیامت اور میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو

میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آئے گا جس کا وعدہ ہے۔ اور میرے اصحاب میری امت کا بچاؤ ہیں جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے۔

حاصل یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ وہ سعادت مند ہستیاں ہیں، جنہوں نے بحالت ایمان نبی آخر الزماں ﷺ کا دیدار کیا، زانوائے تلمذ طے کیا اور حالت ایمان میں ہی اس دار فانی سے کوچ کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ کے احوال پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔ آئندہ سطور میں "رتن ہندی" نام کے ایک ایسے ہندوستانی فرد سے متعلق روایات کو موضوع بحث بنایا جائے گا، جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

رتن ہندی کا تعارف

محدثین اور مورخین کے ہاں یہ امر مسلم ہے کہ سب سے آخری صحابی حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی وفات دوسری صدی کے اوائل میں ہوئی۔(وَهُوَ آخِرُ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَاةً بِالْإِجْمَاعِ)[6] آپ کے انتقال کے بعد روئے زمین رسول اللہ ﷺ کے صحبت یافتہ حضرات سے یکسر محروم ہو گئی، لیکن چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں ایک ہندی شخص نے صحابیِ رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص برصغیر میں "بابا رتن" اور "ہندوستانی صحابی" کے نام سے معروف ہیں۔

رتن ہندی کی زندگی کے تمام گوشوں میں انکار و توثیق کی شدید کشمکش پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ کے حالات زندگی کے بارے میں حتمی طور پر کچھ بھی کہنا مشکل ہے اور دعویٰ صحابیت کے ذیل میں موجود روایات آپ کی شخصیت کو مزید مشکوک کر دیتی ہیں۔ ذیل میں آپ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

آپ کا نام "رتن بن نصر بن کربال" اور ایک قول کے مطابق "رتن میدن" تھا۔[7] آپ کی پیدائش آپ کے آبائی وطن میں ہوئی، لیکن سن پیدائش کے بارے میں تاریخ کے اوراق خاموش ہیں۔

آپ کے آبائی وطن کے بارے میں شدید اختلاف موجود ہے۔ ہندوستان کے مشہور عالم مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے بابا رتن کی جائے پیدائش "بٹھنڈہ" کو قرار دیا ہے،[8] لیکن مولانا عبد الصمد صارمؒ لکھتے ہیں کہ آپ "موضع ترمذی" قصبہ "ریڑھ" ضلع "مجنور" کے رہنے والے تھے۔ ہندوؤں کی ایک قوم کے چوہان تھے۔ اس خاندان کا ایک گوت "تسسیرا" تھا، آپ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔[9]

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور مولانا عبد الصمد صارمؒ دونوں حضرات کے بقول آپ حضرات رتن ہندی کے آبائی گاؤں (جو دونوں کے نزدیک مختلف فیہ ہے) وہاں گئے اور لوگوں سے معلوم کیا۔ ان علاقہ جات میں موجود افراد نے تصدیق کی کہ مدعی صحابیت اسی جگہ کے رہنے والے تھے اور یہیں مدفون ہیں۔[10] البتہ مولانا عبد الصمد صارمؒ کا کہنا ہے کہ "بٹھنڈہ" میں فروکش ہونے والے شخص "بابا رتن" نہیں، بلکہ "جامی رتن" ہیں، جو "خواجہ معین الدین چشتی اجمیری" کے مرید تھے۔ "بابا رتن"، "جامی رتن" اور "گوگا پیر" جو جامی رتن کے مرید تھے، یہ تینوں الگ الگ شخصیتوں کے مالک تھے، مگر لوگوں نے حالات میں خلط ملط کر کے گوگا پیر اور حاجی صاحب کو ایک بنا دیا اور پھر حاجی رتن اور بابا رتن کے مابین فرق بھی مٹا دیا، پھر مولانا صارم اپنی تحقیق کو تاریخی اور مذہبی کتابوں سے مؤید کرتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> گوگا پیر کے حالات مختلف کتابوں، مختلف مقامات، قدیم زبانی روایتوں اور گیتوں سے اخذ کیا تو مجھے پتہ چلا کہ "بابا رتن" اور "جامی رتن"، دو جداگانہ شخص ہیں۔ آپ کے دعویٰ صحابیت سے متعلق تمام روایات ساتویں صدی ہجری میں سامنے آئیں اور آپ کا انتقال بھی ساتویں صدی ہجری میں ہوا۔[11]

مولانا عبد الصمد صارم کے بقول آپ ایک عرصے تک مدینہ میں رہے اور پھر وطن چلے آئے اور موضع "کھاڑی" متصل "اعظم پور باسٹہ" ضلع مراد آباد (یوپی) میں سکونت اختیار کی اور ریاضت و

مجاھدہ میں مشغول ہو گئے اور 625 ھجری میں وفات پائی،[12] جب کہ مولانا گیلانیؒ کے مطابق 632 ھجری میں بٹھنڈہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔[13]

بابا رتن کی صحابیت کی روایات

رتن ہندی کی صحابیت سے متعلق بہت سی روایات ملتی ہیں اور ان میں اکثر ان رواۃ کی ہیں جنہوں نے آپ سے براہ راست ملاقات کا دعویٰ کیا ہے۔ رتن ہندی سے اس کے دونوں بیٹوں محمود اور عبداللہ، موسیٰ بن مجلی ابن بندار نیسری، حسن بن محمد الحسنی خراسانی کمال شیرازی، اسمعیل بارقی، ابو الفضل عثمان بن ابی بکر بن سعید الاربلی داؤد بن اسعد بن حامد القفال نے روایت کی ہے۔

آپ کی صحابیت سے متعلق جتنی بھی روایات ہیں، ان سب کا مدار وہ دعویٰ ہے جو "رتن ہندی" نے خود کیا، ورنہ کسی اور ذریعہ سے آپ کی صحابیت کی تصدیق نہیں ہوئی۔ مزید برآں معرفت صحابی کے جو طریقے اہل السنۃ کے ہاں معروف ہیں، وہ درج ذیل ہیں:[14]

1. تواتر سے ثابت ہو کہ فلاں شخص صحابی رسول ہے۔
2. کسی کا صحابی ہونا مشہور ہو جائے۔
3. صحابی خبر دے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔
4. کوئی شخص نبی کریم ﷺ سے روایت کرے تو وہ صحابی ہے۔
5. ایک صحابی دوسرے کے بارے میں کہے کہ وہ صحابی ہے یا میں اور فلاں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔
6. کوئی شخص اپنے بارے میں خود کہے کہ میں صحابی رسول ہوں، اور قرائن سے اس کی دعویٰ کی تصدیق ہو۔

اس ضمن میں بابا رتن کے اسلام لانے اور نبی کریم ﷺ کی زیارت کے احوال ان افراد کی زبانی پیش کیے جاتے ہیں، جنہوں نے بابا رتن سے خود ملاقات کی ہے۔

- علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مؤرخ شمس الدین محمد بن ابراھیم الجزری کی خود نوشتہ تاریخ میں پڑھا ہے، ان کا بیان ہے کہ سنہ 7/6ھ میں نجیب عبدالوھاب بن اسمعیل فارسی صوفی نے ہم سے کہا کہ 675ھ میں میرے پاس ایک بوڑھا شخص محمود پسر بابا رتن آیا اور یوں بیان کیا:

> "میرے والد نے معجزہ شق القمر دیکھا اور یہی ان کی ہجرت کا باعث ہوا۔ وہ مدینہ جا کر خندق میں آپ کی صحبت میں حاضر ہوئے، ان کے پاس کپڑے میں کچھ املی بھی تھی، اسے بطور ہدیہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ کھایا اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر طویل عمر کی دعا کی۔ آج ان کے پاس ان کے ملک کے سولہ علاقے ہیں۔ وہ 632 سال زندہ رہے۔ محمود نے اپنی عمر 170 سال بتائی۔"[15]

- الاصابہ میں ابن حجرؒ ایک طویل سند ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ قاضی نور الدین بتاتے ہیں کہ ان کے دادا حسین بن محمد نے روایت سنائی کہ جب میری عمر 17 سال تھی، اس وقت میں نے اپنے والد اور چچا کے ہمراہ خراسان سے ہندوستان تک کا تجارتی سفر کیا۔ ہندوستان کے ابتدائی شہروں میں سے ایک شہر کی جاگیر میں پڑاؤ کیا تو معلوم ہوا کہ ایک عمر رسیدہ صحابی رسول کی جاگیر ہے۔ وہاں ایک بڑا درخت نظر آیا، جس پر ایک زنبیل لٹکتی نظر آئی۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس میں صحابی رسول بابا رتن ہیں۔ ہم نے مقامی لوگوں سے زیارت کی غرض سے زنبیل اتارنے کا کہا۔ ایک بزرگ شخص نے زنبیل اتاری۔ ہم نے دیکھا کہ اس میں روئی بھری ہے اور بابا جی روئی میں پڑے ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے چوزے لگ رہے ہیں۔ اس شخص نے چہرے سے روئی ہٹائی اور کان میں کہا کہ دادا جان کچھ لوگ خراسان سے آئے ہیں۔ ان کی درخواست ہے کہ آپ ان سے بیان کریں کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کیسے دیکھا اور انہوں نے آپ سے کیا فرمایا۔ اس پر بابا رتن نے کہا کہ میں نے جوانی کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حجاز کا تجارتی سفر کیا اور مکہ کی وادی میں پہنچے تو تیز بارش تھی کہ وادی لبالب بھر گئی۔ وہاں مجھے گندمی رنگ اور اچھے

قد و قامت والا لڑکا نظر آیا، جو اونٹ چرا رہا تھا۔ سیلاب اس کے اونٹوں کے درمیان حائل ہو گیا۔ وہ پانی میں جانے سے ڈر رہا تھا، تو میں نے اسے اپنی پیٹھ پر بٹھا کر اونٹوں کے پاس چھوڑ دیا، تو اس نے میری طرف دیکھ کر کہا "بارک اللہ فی عمرک"، "بارک اللہ فی عمرک"، "بارک اللہ فی عمرک"۔ اس کے بعد تجارتی سفر مکمل کر کے واپس ہندوستان آ گئے۔ اس بات کے کافی عرصہ بعد ہم نے ہندوستان میں چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ آنے جانے والے مسافروں سے اس کی بابت دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ ایک ہاشمی شخص جو مکہ میں ظاہر ہوا، اس نے ثبوت کا دعویٰ کیا ہے اور معجزہ کے طور پر چاند کے دو ٹکڑے کیے ہیں، مجھے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور تجارتی سفر لے کر حجاز کی طرف گیا اور مکہ جا پہنچا اور آپ ﷺ کے گھر میں آپ سے ملاقات کی، ان حالات میں آپ ﷺ کے ساتھی آپ کی عزت و توقیر میں مصروف تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھا اور پاس بلا کر تازہ کھجوریں کھانے کے لیے دیں۔ پھر مسکرا کر فرمایا کہ مجھے پہنچانا نہیں۔ میرے انکار پر فرمایا کہ آپ نے فلاں سال مجھے سیلاب سے گزار کر اونٹوں تک پہنچایا تھا۔ اس پر مجھے یاد آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے مصافحہ کیا اور اسلام کی دولت سے مالا مال کیا اور پھر کہا بارک اللہ فی عمرک، "بارک اللہ فی عمرک"، "بارک اللہ فی عمرک"۔ یوں اللہ نے نبی کی دعا قبول کی اور ہر دعا کے بدلہ سو سال کی عمر عطا کی۔ اب میری عمر چھ سو سال ہے اور اس جاگیر میں جتنے افراد ہیں، سب میرے پوتے ہیں۔[16]

- بھاء الجندی تاریخ یمن میں داؤد بن اسعد بن حامد قفال کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے رتن ہندی سے ملاقات کی اور ان سے سنا کہ وہ سندھی صراف زرگر تھے، بت پرست تھے۔ خواب میں بشارت پر دین کی تلاش میں نکلے، شام گئے اور عیسائیت کو قبول کیا، مدت تک نصرانی رہے۔ پھر مدینہ میں نبی ﷺ کے بارے میں پتہ چلا، تو ان کے پاس اسلام لائے۔ آپ ﷺ نے لمبی عمر کی دعا کی۔ پھر میں نے ان کے ساتھ یہود کے ساتھ جنگ میں شرکت کی۔ پھر واپسی کی اجازت لی، کیونکہ میری والدہ زندہ تھی۔[17]

- علامہ ابن حجر نے ایک اور سند کے ساتھ شریف موفق الدین علی بن محمد خراسانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کی ملاقات رتن سے ہوئی اور انہوں نے آپ ﷺ سے ابتدائی دنوں میں کی ہوئی ملاقات کا احوال خراسانی کو سنایا اور پھر تیس یا اکتالیس سال بعد دوبارہ بحری سفر کر کے مدینہ پہنچا اور مسجد کے محراب میں ملاقات کی اور آپ ﷺ نے بچپن کا اونٹوں والا واقعہ یاد کروایا۔ پھر وہاں میں اسلام لایا اور اپنے شہر لوٹ آیا۔ شریف موفق الدین کے پوچھنے پر بابا رتن نے بتایا کہ انہوں نے کبھی شادی نہیں کی اور سوائے ایک بار زمانہ جاہلیت کے مجھے کبھی احتلام نہیں ہوا۔ اور شریف کہتے ہیں کہ میں طلوع شمس سے لے کر عصر تک ان کے ساتھ رہا ہوں۔ ان کے بیٹھنے کی ہیت کی لمبائی تین ذراع (گز) ہے اور ان کا انتقال 612ھ میں ہوا۔[18]

رتن سے ملاقات کرنے والوں نے ان سے اخذ کردہ "احادیث" کو بھی روایت کیا، جو علامہ ذھبیؒ نے بھی "میزان" میں ذکر کی ہیں۔ ان احادیث کی مجموعی تعداد تین سو کے قریب ہے۔ ان میں زیادہ تر نبی پاک ﷺ سے رتن کی ملاقات کے احوال پر مشتمل ہیں۔ ذیل میں بطور نمونہ رتن سے مروی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:[19]

i. اعمال باطن کا ذرہ اعمال ظاہر سے بہتر، جیسے مضبوط پہاڑ۔

ii. فقیر اپنے فقر کے بارے میں تم سے زیادہ غیرت مند ہوتا ہے، جتنی غیرت تمہیں اپنی اہلیہ کے بارے میں ہوتی ہے۔

iii. رتن کہتے ہیں کہ میں اور صحابہ کی جماعت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں شریک تھی۔ وہاں ایک گویا بھی تھا، جس سے ہمارے دل خوش ہوئے اور ہم ناچنے لگے۔ اگلے روز ہم نے رسول اللہ ﷺ سے گذشتہ رات کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ہمیں دعا دی اور نکیر نہیں کی۔

iv. کھردرا کپڑا پہنو اور ننگے پیر چلو۔ اللہ تعالیٰ کو روبرو دیکھو گے۔

v. خبردار! بازاری افراد اور عورتوں کو رفیق سفر بنانے سے بچنا، کیونکہ یہ اللہ سے دوری کا سبب ہیں۔

vi. اگر کسی یہودی کو ابوجہل سے کوئی کام پڑے جو وہ مجھ سے کروانا چاہ رہا ہو تو میں ابوجہل کے دروازے پر سو بار بھی جانے کو تیار ہوں۔

vii. عالم کا قلم چھیلنا اللہ تعالیٰ کو مجاہد کا اللہ کی راہ میں کسی کی پنٹ کا پیٹ چاک کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

viii. عالم یا طالب علم کی دوات کا اس کے کپڑے پر لگا نقطہ مجھے شہید کے سو کپڑوں کے داغ سے زیادہ محبوب ہے۔

ix. جس نے کسی بھوکے کو باوجود اس پر قدرت کے واپس کر دیا، اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا، اگرچہ وہ نبی مرسل ہو۔

x. جو شخص میرے بیٹے حسین کی شہادت والے دن رویا تو وہ قیامت کے روز بڑے مرتبے والے انبیاء کے ساتھ ہو گا۔

xi. جس نے نماز چھوڑنے کو ایک لقمہ کے ذریعہ بھی تقویت دی تو اس نے تمام انبیاء کو قتل کرنے میں قاتل کی مدد کی۔

xii. مومن جب جماعت کے ساتھ فرض پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑتے ہیں، جیسے درخت کے پتے۔

xiii. جس نے مالداری کی وجہ سے عزت کی اور فقیر کی فقر و فاقہ کی وجہ سے اہانت کی تو وہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی لعنت میں دے گا، ہاں اگر توبہ کر لے۔

xiv. جو آل محمد سے بغض میں مرا، وہ کافر مرا۔

xv. جس نے ہر رات اپنی ابرو پر کنگھی کی اور مجھ پر درود بھیجا۔ اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

xvi. موافقت مروت کا حصہ ہے، جب کہ نفاق باہمی زندقہ کا جزء ہے۔

xvii. آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا عسقلان کی جانب سے ایک لشکر ہو گا، جو نرکی ہوں گے جو ان سے جنگ کرے گا، وہ اسے شکست دیں گے اور جس کا یہ رخ کریں گے اسے مغلوب کر لیں گے۔

xviii. جو "لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ" کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہو گا۔

علامہ گیلانیؒ نے بابا رتن کے حالات سے متعلق "احادیث" کے مضمون کا جو خلاصہ پیش کیا ہے، وہ نکات کی صورت میں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

- رتن ایک ہندوستانی آدمی تھا اور نسلاً بت پرست تھا۔

- اس کی عمر خلاف عادت بہت زیادہ دراز ہوئی۔
- پہلے عیسائی ہوا، پھر مسلمان ہوا۔
- آنحضرت ﷺ کی صحبت سے نوازا گیا۔
- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں مدینہ میں موجود تھا، وہاں ناچا بھی اور گایا بھی۔
- غازی تھا۔ جنگ خندق کے علاوہ یہودیوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوا۔
- تمام صحابہ میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ کو گود میں اٹھایا۔
- املی کا تحفہ آپ ﷺ کو پیش کیا۔
- حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کو کھجوریں عطا کیں۔ اپنے دست مبارک سے پیٹھ ٹھونکی اور درازی عمر کی دعا دی۔[20]

بابا رتن سے متعلق احوال اور مرویات کے بعد ان کی صحابیت سے متعلق قائلین اور عدم قائلین کی آراء کو ذیل میں نقل کیا جائے گا۔

قائلین صحابیت رتن ہندی اور ان کے دلائل

رتن ہندی نے جب صحابی ہونے کا دعویٰ کیا، تو لوگوں میں عجیب و غریب چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ کچھ نے عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھا اور کچھ لوگوں نے برائی بیان کرنا شروع کر دی۔ تاجروں، سیاحوں اور مریدوں نے جناب رتن کی صحابیت کے دعویٰ کی خبر مشرق سے مغرب تک پہنچا دی۔ بعض افراد نے رتن کو دیکھنے کے لیے دور دراز کے سفر کیے۔ آپ سے براہ راست آپ کے احوال سنے اور "احادیث" کا سماع کیا۔ ان میں چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:[21]

ابو مروان اندلسی، علی بن محمد خراسانی، حسن بن محمد، داؤد بن قفال مخروری، عبدالوھاب بن اسمٰعیل صوفی، محمد عجمی، ابو بکر مقدسی، ہمام الدین شیر قندی اور موسیٰ بن مجلی صوفی ہیں۔

برصغیر میں جن حضرات نے رتن ہندی سے ملاقات کی، ان میں شیخ علاء الدولہ سمنانی اور اشرف جہانگیر سمنانی[22] کے نام ملتے ہیں۔ مذکورہ بالا تمام افراد نے مدعی صحابیت سے ملاقات کی، "احادیث" کا سماع کیا اور ان "احادیث رتنیات" کی روایت کی۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام افراد آپ کی صحابیت کے قائل تھے، مگر انہوں نے کوئی ایسے دلائل قائم نہیں کیے جو آپ کی صحابیت کے دعویٰ کی تصدیق کے دلائل میں ہوں اور نہ ہی رتن سے ملاقات کے دوران کوئی ایسی بات سامنے آئی، سوائے عمر میں برکت کی دعا کے، جس کو ان سب نے تسلیم کر لیا۔ بعد کے علماء میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ مجدد الدین فیروز آبادی، شیخ علاء الدین اشرف سمنانی، خواجہ محمد پارسا وغیرہ نے "رتن" کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

"آئین اکبری" میں ابو الفضل لکھتے ہیں:

> "رتن" حجر عسقلانی، مجدد الدین فیروز آبادی،شیخ علاء الدین سمنانی،خواجہ محمد پارسا از ونییکو پذیر ندو ستائش گردند۔"

آئین اکبری کی مذکورہ عبارت بابا رتن کو صحابی ماننے والوں کے لیے سب سے بڑی دلیل ہے۔ رتن کی صحابیت کا سب سے پہلے انکار کرنے والے حافظ شمس الدین ذھبیؒ ہیں۔ آپؒ کے انکار کے بعد بعض حضرات نے رتن کی صحابیت کو ثابت کرنے کے لیے یہ دلائل دیے ہیں، جو ذیل میں نکات کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں:

- بابا رتن کی صحابیت کا انکار کرنے والے امام ذہبیؒ ہیں اور باقی علماء اس معاملے میں ان کے متبع ہیں اور امام ابن سبکیؒ نے ان پر بہت طعن کی ہے لہذا جب اتنے بڑے عالم نے کہہ دیا تو ذھبیؒ کے قول کا اعتبار نہیں اور نہ ان کی اتباع کرنے والوں کا۔
- اولیاء وابدال بابا رتن کی صحابیت کی تصدیق کر چکے ہیں اور ملاقات کے احوال بھی اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کئے ہیں۔ ایسے میں تنہا ذھبیؒ کے قول کو ان کی تصحیح پر کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے۔

- رتن ہندوستانی شخص تھے۔ان کے متعلق تحقیقات ہندوستان میں ہونی چاہیے تھیں۔لوگوں کی بیان کردہ روایات پر بغیر تحقیق کے ذہبیؒ کا انکار سمجھ سے بالاتر ہے اور ویسے بھی ذہبیؒ کا ہندوستان سے کیا تعلق تھا۔[23]
- نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ، فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا، لاَ يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ أَحَدٌ۔[24]

یہ روایت حجاز سے متعلق تھی اور بابا رتن عہد رسالت میں ہی ہندوستان چلے آئے تھے۔اس لیے آپ قید صدی سے باہر سمجھے جائیں گے۔اگر کوئی حدیث کو عموم پر ہی محمول کرتا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضور ﷺ نے بابا رتن کی درازی عمر کے لیے چھ مرتبہ دعا فرمائی اور ہر بار میں سو سال عمر ملی۔

- کئی ایک اصحاب رسول ﷺ نے سینکڑوں سال عمر پائی، جن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ابن رباح بن حارث بن محاسن آمد بن ابد حضری، حبدہ بن معاویہ بن القشیر اور ربیع بن ضبع بن وھب شامل ہیں۔ایسے میں رتن ہندی کی چھ سو سال عمر بعید از قیاس نہیں۔

عدم قائلین صحابیت رتن ہندی اور ان کے دلائل

رتن ہندی کی صحابیت کا انکار سب سے پہلے امام ذہبیؒ کے ہاں ملتا ہے اور دیگر علماء آپ کے اقوال اور تحقیق کی پیروی میں ہی رتن کی صحابیت کے منکر ہیں۔علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ متقدمین میں سے رتن کے بارے میں کوئی تحریر نہیں ملی، نہ ہی صحابہ کے متعلق لکھی گئی کتب میں ان کے احوال بیان ہوئے ہیں، لیکن ذھبیؒ نے اپنی تجرید میں اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ رتن الھندی ایک بزرگ تھا، جو چھٹی صدی کے بعد مشرق میں ظاہر ہوا۔جس نے صحابیت کا دعویٰ کیا اور جاہلوں نے اس سے سماع، اس کا کوئی وجود نہیں، بلکہ جھوٹوں نے اس کا نام گھڑ لیا ہے۔[25]

علامہ ذھبیؒ نے "میزان" میں رتن کے لیے نہایت سخت الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"رتن ھندی" تمہیں کیا معلوم رتن کیا ہے؟ بلاشبہ ایک دجال بزرگ ہے، جو چھٹی صدی ہجری کے بعد ظاہر ہوا اور صحابی ہونے کا دعویٰ کیا، جب کہ صحابہ جھوٹ نہیں بولا کرتے اور یہ تو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے خلاف جرات ہے۔ ناقدین نے اس کے بہت سے جھوٹ پکڑے ہیں، جو ایسے جھوٹ ہیں جن کا ہونا ہی محال ہے۔"[26]

رتن ہندی کی صحابیت کا انکار کرنے والوں کے دلائل ذیل میں نکات کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں:

- امام ذھبیؒ نے رتن کو کذاب، دجال، جھوٹا، فریبی، بڑھا، شیطان بشکل انسان بہت کچھ کہا ہے، لیکن آپ نے جو کچھ لکھا یا کہا ہے اور رتن کے بارے میں جو ان کا خیال ہے، وہ ایسے ہی نہیں، بلکہ آپ نے حدیث، اصول حدیث اور تاریخی حقائق سے اپنی رائے کو مدلل انداز میں بیان کیا ہے:

میرے خیال میں یہ تمام خرافات اس جاھل موسی بن مجلی کی وضع کردہ ہیں یا اس نے وضع کی ہیں، جس نے رتن کا نام ایجاد کیا ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جو پیدا نہیں ہوئی۔ اگر ہم اس کے وجود اور ظہور کو چھٹی صدی کے بعد اور صحیح تسلیم کر لیں تو وہ یا تو شیطان ہے، جو کسی انسانی صورت میں رونما ہوا اور صحابی ہونے کا دعویٰ کر ڈالا اور ساتھ ہی اتنی طویل عمر کا شوشہ چھوڑا، جس کی آڑ میں اس نے یہ مصیبتیں گھڑیں یا پھر کوئی گمراہ بزرگ ہے، جس نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں جھوٹ بول کر اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا۔ اگر اس طرح کی باتیں سلف کی کسی شخصیت کی نسبت سے بیان ہوتیں، پھر بھی ہمارے لیے ان سے بچنا ضروری تھا، چہ جائیکہ وہ سید البشر ﷺ کی جانب سے بیان ہوں، لیکن جب صوفیا کے عامی لوگ اس طرح کی "واھیات" نقل کرنے لگے اور اس میں کاشغری، طیبی، موسیٰ بن مجلی اور رتن جیسے لوگوں کا سلسلہ اسناد ہے تو یہ سلسلۃ الذھب نہیں، بلکہ سلسلۃ الکذب ہے۔"[27]

علامہ ذھبیؒ مزید فرماتے ہیں کہ اگر اس کے وجود کو تسلیم کر ہی لیں تو یہ چھٹی صدی تک کہاں چھپا ہوا تھا؟ کیا آس پاس کے ممالک کے لوگوں کو اس کی لمبی عمر کی کوئی شنید نہ تھی کہ وہ منصور اور مہدی کے دور حکومت میں چل کر اس کے پاس آ جاتے۔ کیا ہندوستان کا بادشاہ اس عجوبہ کو مامون کے پاس تحفہ نہیں بھیج سکتا تھا اور اس کے باوجود کہ اس نے اپنی لمبی عمر پائی۔ رات دن کی کئی گردش اس پر آئی تا آنکہ چھٹی صدی کا آغاز ہو گیا، پھر بھی کوئی تاریخ اس کا وجود بتانے سے مہر بلب اور خاموش ہے، نہ کسی سیاح نے اس کا ذکر کیا اور نہ کسی مسافر نے۔ اس جیسے شخص کے دعویٰ قبول کرنے کے لیے ایک شخص کی اطلاع کافی نہیں، لہذا اگر وہ ہوتا تو اس کے متعلق خبر تاجر کو ہوتی اور جس کا یہ گمان ہے کہ اس نے اسے دیکھا ہے تو وہ ذکر ان (بناوٹی) احادیث سے کچھ نقل نہ کرتا تو یہ معاملہ زیادہ سنگین نہ ہوتا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم رتن کو وہی صحابی مانتا ہے جس کا غار میں روپوش محمد بن حسن پر ایمان ہے کہ وہ دنیا کی طرف نکل کر اسے عدل سے بھر دیں گے، یا وہ شخص اس کے صحابی ہونے کا قائل ہو گا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رجعت پر ایمان رکھتا ہے، تو ایسے لوگوں کا کوئی ایمان نہیں۔ محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آخری صحابی ابو الطفیل بن عامر بن واثلہ ہیں، اور صحیح کی روایت ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے وفات سے پہلے فرمایا:

"تمہیں بتاؤں تمہاری آج کی رات کیسی ہے؟ آج رات جو موجود شخص ہے وہ اس صدی کی انتہاء تک زمین پر باقی نہیں رہے گا۔"[28]

- حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں اگر کوئی صحابیت کا دعویٰ کرے تو اس کی صحابیت کو ماننے کے لیے ضروری ہے کہ ظاہری حالات اس کے موافق ہوں، لہذا اگر کسی نے سو سال کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سو سال کے بعد ابو الدنیا اشج و مکلبہ بن ملکان اور رتن ہندی کے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا، مگر علمائے حدیث نے "ارا تیکم لیلتکم ھذہ۔۔۔الخ"[29] کے پیش نظر ان کی صحابیت کے دعویٰ کو رد کر دیا اور ان کی تکذیب پر متفق ہو گئے۔[30]
- علامہ ابن حجر عسقلانی کے بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور ﷺ کے فرمان کے وقت سے ایک سو سال کی تکمیل تک وہ صدی ختم ہو جائے گی اور کوئی باقی نہ رہے گا۔[31] استقرائے تام سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس صحابی کے ذریعے آپ ﷺ کا قول حق ثابت ہوا، وہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اصحاب حدیث کا آپ کے آخری صحابی ہونے پر اتفاق ہے۔

- علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مدعی ہو کہ میں صحابی ہوں اور اس کے دعویٰ کے صحیح ہونے کا امکان ہو تو اس کا صحابی ہونا تسلیم کر لیا جائے گا، لیکن اگر کسی نے ایسے وقت میں دعویٰ کیا، جس میں اس کا صحابی ہونا ممکن ہی نہ ہو۔ مثلاً کسی نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تو حدیث "ارأیتکم لیلتکم" کی وجہ سے اس کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔[32]
- برصغیر کے مؤرخین میں رتن کی صحابیت پر نکیر کرنے والوں میں علامہ مناظر احسن گیلانیؒ بھی ہیں۔ آپ نے ایسے افراد پر تنقید کی ہے، جنہوں نے ابو الفضل کی عبارت کو دلیل بناتے ہوئے صحابیت کا دعویٰ کو سچ مانا ہے۔

علامہ مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں:

> "افسوس ہے کہ اس روایت کو بیان کرنے والا اکبر کے دربار کا منشی ہے، جس پر صداقت پروری سے زیادہ کذب فروشی کا گمان ہے، خصوصاً جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ ابو الفضل فن تاریخ سے بالکل کورا تھا۔"[33]

اسی طرح ہندوستان کے ایک اور عالم مولانا نجم الغنی رامپوری ہیں، جنہوں نے ابو الفضل کا اس عبارت کا جواب اپنی کتاب تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر میں دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

شیخ علاء الدین یا خواجہ پارسا نے اس دعویٰ صحابیت کو تسلیم کیا ہے۔ ان بزرگوں کا قبول کر لینا قابل حجت نہیں ہے، اگرچہ لوگ صاحب کرامات و عابد متقی تھے، مگر احوال رجال میں ان کو معرفت نہ تھی۔ تمام علمائے حدیث نے ان احادیث (احادیث رتنیات) کو رد کر دیا ہے اور کبھی کسی واقعہ کے متعلق حدیث و سیرت کی کتابوں میں اس کا ذکر کسی حدیث یا قصے میں نہیں ملتا۔

راجح مؤقف اور اس کی وجوہ

اکابر علمائے حدیث کی آراء و تحاریر رتن کی صحابیت کے دعویٰ کے خلاف ہیں، لہذا ضروری ہے کہ قائلین صحابیت رتن ہندی کے دلائل کا جائزہ لیا جائے، اس سے رتن کی شخصیت اور راجح مؤقف کی وضاحت ہو سکے گی۔

- قائلین کے مطابق رتن کی صحابیت سے انکار کرنے والے امام ذہبیؒ ہیں اور باقی علماء ان کے متبع ہیں اور آپ امام ابن سبکیؒ کے نزدیک مطعون ٹھہرتے ہیں۔

رتن کے حق میں یہ دلیل کمزور اور ناقص ہے، کیونکہ امام ابن سبکیؒ کی جرح و نقد امام ذہبیؒ کے حق میں مقبول نہیں ہو گی، اگرچہ دونوں کے درمیان استاد اور شاگرد کا رشتہ ہے، مگر ایک دوسرے کے معاصر ہیں اور ساتھ ہی صفات باری تعالیٰ کے مسئلہ میں سخت اختلاف رکھتے ہیں۔

امام ابوالحسنات ابوالحسن لکھنوی فرماتے ہیں:

معاصر کی معاصر کے خلاف جرح قبول نہیں کی جائے گی، جب کہ بغیر دلیل کے ہو، کیونکہ معاصرت عموماً نفرت کا باعث بنتی ہے۔[34]

معاصرت اور صفات باری تعالیٰ کے تعلق سے شدید اختلاف کی وجہ سے امام ابن سبکیؒ کے نقد کو علماء کرام نے رد کر دیا۔

امام سخاویؒ امام سبکیؒ کے نقد کو امام ذھبیؒ کے بارے میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فالذی نسب الذهبی لذلک هو تلمیذه التاج السبکی و هو علی تقدیر تسلیمہ،انما هو فی افراد مما وقع التاج السبکی اقبح منہ۔[35]

جس افراط و تفریط کی طرف امام سبکیؒ نے اپنے شیخ کو منسوب کیا ہے، اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو وہ خود ہی بعض کے بارے میں افراط و تفریط کے شکار ہوئے ہیں، جو ان سے زیادہ قبیح ہے۔

دوسری جگہ امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ امام سبکیؒ نے نقد کرنے میں مبالغہ کیا ہے، حالانکہ وہ اکثر تراجم میں عمدہ ہیں اور ابن سبکیؒ تو خود حنابلہ کے ساتھ تعصب کے ساتھ پیش آئے ہیں، لہذا امام ذھبیؒ کے بارے میں تعصب اور بے جا نقد کا دعویٰ کرتے کرتے خود اس میں گرفتار ہو گئے۔

اگر بر سبیل تنزل یہ مان لیا جائے کہ امام سبکیؒ کی نقد و جرح امام ذھبیؒ کے حق میں معتبر ہے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے معاصر ہیں اور بعض مسائل میں سخت اختلاف رکھتے ہیں، اس صورت میں ہی جب ان کے اقوال کی طرف نظر کرتے ہیں تو یہ واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے کہ امام سبکیؒ کی جرح و قدح کو دلیل بنا کر امام ذہبیؒ کے قول کو رد کرنا اور بابا رتن ہندی کو صحابی ثابت کرنے کی کوشش کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ جرح و قدح اہل سنت و صوفیاء کے ساتھ خاص ہے اور یہ مسئلہ نہ تو اہل سنت سے تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی صوفیاء کے ارد گرد گھومتا ہے، بلکہ یہ تو کسی صحابی کے ہونے اور ہونے پر ہے، جس میں کسی فریق کی وجہ سے کسی کے صحابی ہونے کا انکار کرنا خطرے سے خالی نہیں اور ایسی امید ایسے امام علم و فن سے نہیں کی جا سکتی۔ اگر مان لیا جائے کہ جرح معتبر ہے اور ان کی دلائل و اقوال بھی ذہبیؒ کے بارے میں بالکل صحیح اور واقع کے مطابق ہے تو پھر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا صرف ایک یا دو مجرح کی وجہ سے ان کے قول کو رد کر دیا جائے گا؟ اگرچہ ان کی توثیق و توصیف میں علماء و محدثین کی ایک طویل فہرست ہو۔ یقیناً ایسا نہیں ہو گا، بلکہ جمہور کا قول لیا جائے گا، کیونکہ یہ اصول حدیث کے موافق ہے، خاص طور سے جب کہ مجرح کی دلیل مضبوط نہ ہو۔

مزید برآں حافظ ذھبیؒ بابا رتن ہندی کی تکذیب میں تنہا نہیں ہیں، بلکہ ان کی تائید میں ان کے ایک ہم عصر عالم ابو عبد اللہ معین الدین محمد بن جابر الودیاشی بھی رتن کی صحابیت کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا۔[36]

- دوسری دلیل کہ کہ جب لوح محفوظ کا مطالعہ کرنے والے اولیاءوابدال آپ کی صحابیت کی تصدیق فرمائیں تو محض ایک امام ذھبیؒ کے قول کی بنیاد پر آپ کی صحابیت کا انکار کرنا مناسب نہیں، جب کہ رتن سے اخذ حدیث و تصحیح سند کرنے والے حضرات کے نام بھی ملتے ہیں۔

رتن کو صحابی ثابت کرنے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کہ اولیاء وابدال نے تصدیق کی ہے، کافی نہیں، بلکہ دلائل و براہین سے واضح کرنا چاہیے جو کہ ممکن نہیں، کیونکہ احوال رجال میں صوفیاء کو معرفت نہیں ہوتی اور صوفیاء میں بھی جہانگیر اشرف سمنانی "نور بخشی" جیسے افراد ہوں اور رہی بات رتن سے اخذ حدیث کی تو یہ جمہور علمائے محدثین و دیگر علماء کے اصولوں کے خلاف ہے، کیونکہ صرف اخذ حدیث مروی عنہ کے موثق ہونے کی علامت یا دلیل نہیں ہو سکتی۔ حافظ سخاویؒ کی عبارت سے یہ نکتہ مزید واضح ہو جائے گا۔

وكذا ليس تعديلا مطلقا على قول الصحيح الذى قال به اكثر العلماء من المحدثين وغيرهم رواية العدل الحافظ الضابط فضلاً عن غيره عن الراوى علىٰ وجه التصريح باسمه لانه يجوز ان يروى عمن لا تعريف عدالته،بل وعن غير عدل فلا تتضمن رواتبه عنه تعديله ولا خبرا عن تصديقة۔[37]

اور اگر اصولیین اور بعض محدثین کا اعتبار کیا جائے تو بھی ان کا روایت کرنا مروی عنہ کے لیے معتدل نہیں ہو سکتیں، کیونکہ جن کے بارے میں اخذ حدیث و تصحیح سند کا ذکر کیا گیا ہے، ان کے بارے معلوم نہیں کہ وہ عدول سے روایت کرنے کا التزام کرتے تھے یا نہیں؟ اور حالات یہیں بتاتے ہیں کہ التزام نہیں کرتے تھے کیونکہ ان لوگوں نے ایسے شخص سے روایت کی ہے جس کے بارے میں اکثر علمائے عظام کذاب ہونے کا قول موجود ہے۔

تیسری دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان "ارأيتكم ليلتكم هذه۔۔۔الخ" سے سرزمین حجاز ہے، یعنی جتنے لوگ حجاز مقدس پر رہنے بسنے والے ہیں، ان میں سے کسی کی عمر سو سال سے زیادہ نہیں ہو گی، البتہ اس صدی کے بعد والوں کی عمر حجاز میں بھی سو سال سے زیادہ ہو سکتی ہے اور اگر کوئی حدیث کو عموم

پر ہی محمول کرتا ہو تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضور ﷺ نے بابا رتن کی عمر کے لیے چھ مرتبہ دعا فرمائی۔

حدیث مبارکہ کا یہ مفہوم بھی جمہور علماء کے نزدیک درست نہیں۔ علامہ زین الدین ابوالفرج ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جتنے لوگ اس وقت زمین پر موجود تھے، سب کا وجود سو سال کے اندر صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا اور حدیث کی یہی تفسیر بڑے بڑے صحابہ کرام مثلاً حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی فرمائی ہے۔

امام شرف الدین نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس رات جو شخص بھی زمین پر باحیات تھا وہ سو سال سے زیادہ زندہ نہ رہے گا، اگرچہ اس کی عمر مذکورہ رات سے پہلے زیادہ ہو یا کم۔[38] حافظ زین الدین عراقیؒ کے قول کے مطابق اگر کوئی شخص صحابیت کا دعویٰ کرے تو اسی کی صحابیت کو ماننے کے لیے ضروری ہے کہ ظاہری حالات اس کے موافق ہوں، لہذا اگر کسی نے سو سال کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کو قبول نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ سو سال بعد ابو الدنیا الشیخ ومکاتبہ بن اور رتن ہندی نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا، مگر علمائے حدیث نے "ارأیتکم لیلتکم ھذہ۔۔۔الخ" کے پیش نظر ان کی صحابیت کے دعویٰ کو رد کر دیا اور ان کی تکذیب پر متفق ہو گئے۔[39]

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد وہ امت ہے جو اس وقت روئے زمین پر تھی۔[40]

امیر المومنین فی الحدیث علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فرمان کے وقت سے ایک سو سال کی تکمیل تک وہ صدی ختم ہو جائے گی اور کوئی باقی نہ رہے گا اور استقرائے تام سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس صحابی کے ذریعے آپ ﷺ کا قول برحق ثابت ہوا وہ ابو طفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ تھے، اور اصحاب حدیث کا اس پر

اجماع ہے کہ سب سے آخر میں انتقال ہونے والے صحابی ابو طفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ ہیں۔[41]

علاوہ ازیں اعتراض رتن کی درازی عمر پر نہیں، بلکہ صریح حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہے اور اس حدیث کی استثنائی صورت کسی دوسری حدیث یا قول صحابی سے ہی تسلیم ہو گی، جو کہ موجود نہیں۔ مذکورہ بالا نقلی دلائل کے علاوہ چند عقلی معروضات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں، جن کی روشنی میں بابا رتن کے احوال کی مزید تنقیح ہو جائے گی۔

- بابا رتن کا یہ کہنا کہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں موجود تھا، ناچا بھی، گایا بھی اور غزوہ خندق میں شرکت کا بتایا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کوئی ایسا کثیر الافراد موقع نہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی بابا رتن کے احوال نہیں جان سکا اور نہ ہی کسی بھی روایات یا آثار سے ان کی موجودگی کا ذکر مل سکا، نیز غزوہ خندق کے حالات شرح وبسط سے نقل ہونا اور ایک ہندی شخص کی شمولیت کا کسی بھی جگہ ذکر نہ ہونا بعید از عقل و قیاس ہے۔
- اسماء الرجال و طبقات کی کتب میں بھی بابا رتن کا ذکر نہیں، حالانہ ہندوستان سے تعلق رکھنے والے تابعین و تبع تابعین کے حالات پر مستقل کتب و تذکرے موجود ہیں۔
- نبی کریم ﷺ کے پاس دوسرے علاقوں سے جو بھی اصحاب آئے، آپ ﷺ ان کو تعلیم دیتے کہ وہ واپس اپنے وطن میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام کریں، مگر بابا رتن سے ایسی کسی بات کا ثبوت نہیں ملتا، بلکہ پیپل کے درخت پر بیٹھ کر زندگی گزار دی۔ اس دوران فرائض واجبات اور شعائر اسلام کی پابندی محال ہے۔
- سلاطین ہند کی بابا رتن سے چشم پوشی بعید از قیاس ہے۔ محمود غزنویؒ کا ہندوستان کے طول و عرض میں لشکر کشی کرنا اور بابا رتن سے بے خبر ہونا ممکن نہیں، جب کہ مسلم سلاطین اہل علم و دانش کے بے حد قدر دان تھے، چہ جائیکہ صحابی رسول ﷺ ہو۔

- ایسے صوفیاء جو "نور بخشی شیعہ" ہوں اور ملا باقر مجلسی جیسے لوگ جو چند صحابہ کے علاوہ جمیع صحابہ کے اسلام کو تسلیم نہ کرتے ہوں، ان کا اپنی کتب میں رتن کے اسلام کا اور اس کی صحابیت کو ذکر کرنا، رتن کی شخصیت کو مزید مشکوک کر دیتا ہے۔[42]

حوالہ جات و حواشی

[1] التوبۃ09 : ۱۰۰

[2] الفتح 48: ۲۹

[3] النمل 27:۵۹

[4] الھیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اصحاب رسول اللہ ﷺ، مکتبہ القدسی، القاھرۃ، 1994ء، 16/10

[5] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب بیان ان بقاء النبی ﷺ امان لاصحابہ۔

[6] ابن کثیر، محمد بن اسماعیل، البدایہ والنھایہ، (محقق: عبداللہ بن عبدالمحسن)، دار ھجر للطباعۃ والنشر، 2003ء، 671/12

[7] العسقلانی، ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، (عادل احمد بن عبدالموجود)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، 434/2

[8] مناظر احسن گیلانیؒ، ایک ہندوستانی صحابی، ص25

[9] ماہنامہ رسالہ جہان کتب، دہلی ایس ایف پرنٹرز، مارچ 2008، ص22

[10] ایک ہندوستانی صحابی، ص28-30، رسالہ جہان کتب، ص29

[11] رسالہ جہان کتب، ص25

[12] رسالہ جہان کتب، ص31

[13] ایک ہندوستانی صحابی، ص44

[14] السخاوی، محمد بن عبدالرحمن، فتح المغیث، (محقق: علی حسین)، مکتبہ السنۃ، مصر، 2003ء، ج4، ص75

[15] الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 439/2

[16] الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 440/2

[17] الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 441/2

[18] الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 442/2

[19] الاصابہ فی تمیز الصحابہ، 439/2

[20]ماخوذ: ایک ہندوستانی صحابی، ص25

[21]الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 435/2

[22]اشرف جہانگیر سمنانی، لطائف اشرفی، ص378

[23]رسالہ جہان کتب، ص39

[24] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب السمر فی العلم

[25]الاصابہ فی تمییز الصحابہ، 437/2

[26]میزان الاعتدال، 45/2

[27]میزان الاعتدال، 45/2

[28] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب السمر فی العلم

[29] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب السمر فی العلم

[30]حافظ عراقی، زین الدین، التقیید والایضاح، مکتبہ السلفیہ، مدینہ منورہ، ص300

[31] العسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، مکتبہ دار الحدیث، مصر، 89/2

[32]میزان الاعتدال، 45/2

[33] ایک ہندوستانی صحابی، ص45

[34]ابوالحسنات، محمد عبدالحی بن محمد عبدالحلیم، الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، شرکہ دار البشائر، بیروت، ص409

السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن، الامام، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التاریخ، ترجمۃ التحقیق، الدکتور صالح احمد
[35]العلی، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، ص110

برھان الدین الحلبی، الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث، (محقق: صبحی السامرائی) مکتبہ النھضہ
[36]العربیہ، بیروت، 1987ء، ص115

[37] فتح المغیث، 265/1

[38]النووی، شرف الدین، المنہاج، 316/8

[39]حافظ عراقی، زین الدین، التقیید والایضاح، مکتبہ السلفیہ، مدینہ منورہ، ص300

[40]عینیؒ، بدر الدین، عمدۃ القاری، 374/3

[41]العسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، مکتبہ دار الحدیث، مصر، 89/2

[42]مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، علامہ، بحار الانوار، موسسۃ الاعلمی، بیروت، جلد 51 باب 19 ص 253